۱۹۳٦ء

کیا باوفا رفیقِ شہِ ذی وقار تھے — جرّار تھے۔ جری تھے۔ اطاعت گزار تھے
حق تو یہ ہے کہ حق پہ فدا تھے۔ نثار تھے — مانندِ ماہ۔ عابدِ شب زندہ دار تھے
رونق فزائے بزمِ شہِ جزو کل ہوئے
شب میں چراغ تھے۔ سحر آئی تو گُل ہوئے

ایسے تو خود رسولؐ کے انصار بھی نہ تھے — غم میں گھرے تھے غم میں گرفتار بھی نہ تھے
بیچارگی میں عاجز و ناچار بھی نہ تھے — معصوم تو نہ تھے پہ گنہگار بھی نہ تھے
اللہ رے ہمنشینِ شہِ ارجمند تھے
بس انتہا یہ ہے کہ خدا کو پسند تھے

ہیں ان مجاہدوں کے شرف خُلق پر جلی — سب جاں نثارِ دلبرِ پیغمبرؐ و علیؑ
ثابت قدم۔ دلیر۔ نمازی۔ سخی۔ ولی — سادات۔ سرفروش۔ بہادر۔ دھنی۔ بلی
راہِ وفا میں بیشۂ جرأت کے مرد تھے
دونوں جہاں میں بعد اماموں کے فرد تھے

چہروں پہ انبساط بھی۔ ماتم کی گرد بھی — ہونٹوں پہ حرفِ شکر بھی اور آہِ سرد بھی
دل میں وفا کا جوش بھی۔ امت کا درد بھی — مقصد کا اہتمام بھی۔ عزمِ نبرد بھی
آنکھوں میں سوزِ حق کے شرارے لیے ہوئے
ابرو میں لافتا کے اشارے لیے ہوئے

مثلِ عروس حورِ شہادت سے اختلاط — مانندِ عید۔ موت کی شادی سے انبساط
زخموں کے پھول۔ دل کے لیے باعثِ نشاط — پانی کے ذکر سے بھی زبانوں کو احتیاط
نصرت کی آرزو میں۔ شہادت کی آس میں
خالق سے آبرو کے طلبگار پیاس میں

وہ غیر جو یگانہ و یکتائے روزگار
دیندار۔ حق گزار۔ وفادار۔ جاں نثار
شہ کے عزیز۔ یوسفِ بازارِ کارزار
کوثر کی آبرو۔ چمن خلد کی بہار
یہ گل کہاں تھے گلشنِ عنبر سرشت میں
دنیا ہی سے بہار گئی ہے بہشت میں

سطوت وہ تھی کہ جس سے زبردست زیر تھے
جرأت وہ تھی کہ پیاس میں جینے سے سیر تھے
بوڑھے بھی نوجوانوں سے بڑھ کر دلیر تھے
یہ شیر کا اثر تھا کہ بچے بھی شیر تھے
کب ماہِ نو یہ دیکھے تھے تیغوں کی چھاؤں نے
باچھوں کا دودھ پونچھ کے بھیجا تھا ماؤں نے

راہِ عمل میں تیغ زنی کی جو تھی اُمنگ
شوقِ عروسِ مرگ میں چہرے تھے لالہ رنگ
تنتے تھے بار بار جو سج کر سلاحِ جنگ
دیتے تھے داد۔ ٹوٹ کے بندِ قبائے تنگ
سینہ سپر تھے جانِ امیرِ حنین کے
حافظ کتاب کے تھے۔ محافظ حسینؑ کے

وہب و زہیر قین عجب خوش نصیب تھے
بیکس غریب تھے پہ عجیب و غریب تھے
دریا سے دور۔ نہرِ لبن سے قریب تھے
سب دوست۔ مثلِ ابنِ مظاہر حبیب تھے
حُر کو علی کے چاند سے اُلفت کمال تھی
قدموں پہ خم رہوں۔ یہ دعائے ہلال تھی

زہرؑا کے ماہ پر تھے فدا۔ بدرِ خوش جمال
ضرغامۂ دلیر میں ضرغام کا جلال
مشہور ہے وفائے حبیبِ ملک خصال
پشتِ دوتا تھی شہ کے لیے عید کا ہلال
یہ جوشِ الفتِ پسرِ بوتراب تھا
پیری کی سمت تکتے جو دیکھا شباب تھا

تھے اقربائے شاہ بھی جرأت میں بے عدیل
مسلم کے دونوں لختِ جگر مہوش و جمیل
مثلِ پدر جلیل۔ تو جد کی طرح عقیل
خو میں حسنؑ۔ کمال میں استاد جبرئیل
ارمان تھا وغا کا۔ شہادت کی چاہ تھی
قبضوں پہ ہاتھ۔ فوجِ عدو پہ نگاہ تھی

زینبؑ کے لال بھی تھے شجاعت میں بے مثال — دادا کی آن بان تو نانا کی چال ڈھال
آگے بڑھے جوانوں سے بچے گو کہ خُردسال — لڑکے دکھا گئے اسد اللہ کے کمال
غل تھا سپاہ میں کہ نگاہیں ولی کی ہیں
رن بولنے لگا کہ یہ ضربیں علیؑ کی ہیں

فوجوں پہ گُل رخوں کے جھپٹنے کو دیکھیے — غصّے میں آستین الٹنے کو دیکھیے
پیہم صفیں اُلٹ کے پلٹنے کو دیکھیے — بچوّں کی ہٹ پہ فوج کے ہٹنے کو دیکھیے
ہیں بُردبار بھی یہ بہادر غضب کے ساتھ
غصّے میں ہیں بھرے ہوئے لیکن ادب کے ساتھ

قاسم کی تھی وہ شان کہ صدقے تھے شیخ و شاب — بھیگی ہوئی مسیں۔ خبرِ آمدِ شباب
وہ عارضِ صبیح۔ جلالت میں آفتاب — تیرہ برس کے سن میں تھے جیسے ابوتراب
بہرِ جہاد صورتِ حیدر تنے ہوئے
حوروں کے اشتیاق میں دولہا بنے ہوئے

وہ حسن وہ جمال کہ صدقے مہِ کمال — بل ابروؤں کے تیغِ یداللہ کی مثال
آئینۂ شبابِ محمدؐ ہر ایک خال — ملتا ہوا رسولؐ کی صورت سے بال بال
تیور وہی ملے۔ وہی بینا نظر ملی
پیغمبری نبیؐ کو اسی شکل پر ملی

وہ شان وہ شکوہِ علمدارِ خوشخصال — جعفر کی آن بان تو حمزہ کی چال ڈھال
بازوئے شہ۔ بتولؑ کے محسن۔ علی کے لال — وہ شیرِ ذوالجلال۔ یہ شمشیرِ ذوالجلال
بچپن سے ہمرکابِ شہِ بے نظیر تھے
گویا نبیؐ کے ساتھ جنابِ امیر تھے

پیارے تھے اہل بیت کے گھر کے عجب چراغ — سولہ پہر کی پیاس میں یہ گُل تھے باغ باغ
تا ظہر ان کی بو سے معطّر رہے دماغ — پھر فاطمہؑ کا چاند تھا اور ان گلوں کے داغ
اک دوپہر میں شاہ کی بستی اجڑ گئی
عالم کے پیشوا سے جماعت بچھڑ گئی

مقتل میں سب حسینؑ کے یاور ہوئے شہید   نورِ نگاہِ مسلمؑ بے پر ہوئے شہید
عباس باوفا کے برادر ہوئے شہید   بنت علیؑ کے چاند سے دلبر ہوئے شہید
جانِ حسنؑ سے پھر تو نہ دم بھر رہا گیا
دیکھا جو بھائیوں کا لہو جوش آگیا

سینے وفائے قاسمِ ذی جاہ و گل بدن   کرنا نہیں ہے ذکرِ عروسی دم محن
اس رنگ میں نیا ہے یہ افسانۂ کہن   جس میں ہوں دو فریق وہ زیبا نہیں سخن
اہلِ نظر کو شک ہے عروسی کے باب میں
ہم کیوں لکھیں ضعیف روایت شباب میں

جس میں کہ شک نہیں وہ روایت بیاں کریں   ماں سے حسن کے لال کی رخصت بیاں کریں
پیاسے کے بچپنے کی شجاعت بیاں کریں   دل پائمال ہوں وہ شہادت بیاں کریں
غل ہو کہ ہائے جانِ حسنؑ خون میں بھر گئے
پورے جواں بھی ہونے نہ پائے کہ مر گئے

شبرؑ کا چاند کاہشِ غم سے ہلال ہے   ملتی نہیں رضا یہ تردد کمال ہے
مادر بھی بے قرار پسر بھی نڈھال ہے   بیٹھے ہیں سر جھکائے یہ حزن و ملال ہے
بیٹے کو چاہ ہے کہ شہادت حصول ہو
ماں کی ہے آرزو۔ مرا ہدیہ قبول ہو

لختِ جگر سے کہتی ہیں یہ زوجۂ حسنؑ   مانگو چچا سے رن کی رضا میرے گل بدن
دو لال صدقے کر کے ہوئی سرخرو بہن   بھائی کے گھر سے کچھ نہیں فدیہ دم محن
گو مجکو سب سے دلبرِ زہرا عزیز ہے
یہ کہہ نہ دے کوئی، اسے بیٹا عزیز ہے

قاسمؑ نے کی یہ عرض کہ ہم خود ہیں بے قرار   دیتے نہیں امامِ امم اذن کارزار
یہ کہہ کے ٹال دیتے ہیں عموّ ہر ایک بار   تم تو مرے اخی کی نشانی ہو میں نثار
روئے گی ماں جو خون میں بھرنے کو بھیج دوں
اکبر یہاں رہیں۔ تمھیں مرنے کو بھیج دوں

کیوں امّاں جان ٹھیک ہے کیا شہ کا یہ خیال ہم سے بچھڑ کے آپ کو ہوگا غم و ملال
کیا رو دیجے گا لاش پہ بکھرا کے سر کے بال ماں اشک پی کے بولی۔ نہیں میرے نونہال
ہرگز نہ میں کروں گی عزا اپنے لال کی
سیکھا ہے صبر میں نے بھی صحبت میں آل کی

بولے کہ ہاں یہی ہے یقیں ہم کو امّاں جان پھر بھی یہ عرض ہے کہ نہ اک اشک ہو رواں
دھڑکا یہ ہے کہ غم سے جو کی آپ نے فغاں رو دیں کہیں نہ دیکھ کے آنسو شہ زماں
پالا ہے ہم کو ناز اٹھا کر امام نے
ہیں صدقے روئیے گا نہ عمو کے سامنے

ماتم کریں گے آپ تو سرور نہ روئیں گے؟ سرور کے ساتھ حضرت شبّرؑ نہ روئیں گے؟
کیا فاطمہؑ نہ روئیں گی۔ حیدرؑ نہ روئیں گے؟ یہ سب جو روئیں گے تو پیمبر نہ روئیں گے؟
جب روئے پنجتنؑ تو قیامت نہ آئے گی
صرف ایک آہ آپ کی یہ حشر ڈھائے گی

خود شہ سے کہہ کے ہم کو دلا دیجیے رضا جب اذن دیں امامِ امم۔ آپ دیں دعا
مقتل میں ہم جو ہوں شہ مظلوم پر فدا رکھیے نہ دل پہ ہاتھ بھی۔ رونے کا ذکر کیا
فوجیں ہوں خوش تو کہیے کہ شکرِ الٰہ ہے
باجے بجیں تو جانیے قاسم کا بیاہ ہے

دیکھیں حضور جب مرے شملے کو تار تار سہرا سمجھ کے دل کو مسرّت ہو بار بار
پُرخوں لباس کو یہ سمجھیے گا میں نثار شادی کا جامہ پہنے ہے بیٹا وفا شعار
رو کر رلائیے گا نہ شاہِ غیور کو
امّاں ہمارے سر کی قسم ہے حضور کو

یوں دُر فشاں ہوئے تو گُلِ مدّعا ملا مادر نے کی وہ سعی کہ اذن و دعا ملا
ایک ایک کے گلے سے وہ یوسف لقا ملا حضرت ملے تو دل نے کہا اب خدا ملا
چومے قدم جو شاہ کے اس نورِ عین نے
پہنا دیا حسنؑ کا عمامہ حسینؑ نے

اُٹھا پہن کے سبز عمامہ جو گلبدن — دھوکا ہوا کہ آ گئے فردوس سے حسنؑ
بھائی کو یاد کر کے جو روئے شہ زمن — غم سے پچھاڑیں کھانے لگیں شاہ کی بہن
دیکھی جو شان ۔ سب حسنؑ خوش خصال کی
مادر بلائیں لینے لگی اپنے لال کی

پردہ اٹھا کے در سے جو نکلا وہ گلعذار — حاضر تھا آستانِ مبارک پہ راہوار
عباسؑ نے رکاب کو تھاما با صد وقار — بازو پکڑ کے خود شہِ دیں نے کیا سوار
رو کر پکاریں زینبؑ ناچار الوداع
سونپا خدا کو اے مرے جرار الوداع

مجرے کو خم ہوا جو یہ سن کر وہ نورِ عین — فرطِ الم سے رہ گئے دل تھام کر حسینؑ
گھوڑے کی باگ لے کے مثالِ شہِ حنین — رن کو چلے اُبھار کے سینہ بہ زیب و زین
اس آن بان سے سوئے لشکر رواں ہوئے
غل تھا کہ لو علیؑ ولی پھر جواں ہوئے

تھا ہو بہو شبابِ شہ لافتا کا رنگ — ہیبت سے جس کی اڑنے لگا اشقیا کا رنگ
ملبوسِ سبز میں حسنؑ مجتبیٰ کا رنگ — چہرے پہ غیظ میں شہِ گلگوں قبا کا رنگ
رخ کو نگاہِ قہر نے جلوہ نیا دیا
اس سورۂ برات نے دولہا بنا دیا

پہنچا جو اس شکوہ سے رن میں وہ گلعذار — رعبِ جری سے ڈر کے ہٹی فوجِ نابکار
نعرے کیے تو گونج گیا دشتِ کارزار — گیتی کو زلزلے نے صدا دی کہ ہوشیار
غل تھا ۔ نزولِ قہرِ خدائے قدیر ہے
بھاگو کہ یہ صدائے جنابِ امیر ہے

نعرہ یہ تھا کہ آلِ رسولِ کریم ہوں — دلبند گوشوارۂ عرشِ عظیم ہوں
ہیرا جسے کھلایا تھا اس کا یتیم ہوں — قاسم ہے نام ۔ جانِ قسیم نعیم ہوں
ہے میرے بازوؤں میں خدا کے ولی کا زور
پہنچا ہے ہاتھوں ہاتھ حسنؑ سے علیؑ کا زور

ڈنکا اذاں کا جس نے بجایا ہے وہ علیؑ　　کلمہ تمھیں بھی جس نے پڑھایا ہے وہ علیؑ
ایماں کا اوج جس نے بڑھایا ہے وہ علیؑ　　باطل کا زور جس نے گھٹایا ہے وہ علیؑ

ہر معرکے میں فتح مبیں ان کے ساتھ ہے
جو ہے خدا کا ہاتھ ظفر اس کے ہاتھ ہے

عالم میں ہر ولی کے جو والی ہیں وہ علیؑ　　بعد از نبیؐ جو خلق سے عالی ہیں وہ علیؑ
جو چاند ہو کے نقص سے خالی ہیں وہ علیؑ　　خود اولیا بھی جن کے موالی ہیں وہ علیؑ

قرآں گواہ اس کا ہے اور جبرئیل بھی
حیدر کے دوستوں میں ہیں شامل خلیل بھی

کرار کوئی شیر بھلا ہے بجز علیؑ　　مردم میں ایک عین خدا ہے بجز علیؑ
بندوں میں اور عقدہ کشا ہے بجز علیؑ　　جبریل نے کسی سے پڑھا ہے بجز علیؑ

مل کر نبیؐ سے آپ۔ فرشتے سے بڑھ گئے
ذاتی شرف۔ بتولؑ کے رشتے سے بڑھ گئے

دینِ خدا کا جسم نبیؐ۔ جان ہیں علیؑ　　توڑے ہیں جس نے بت۔ وہ مسلمان ہیں علیؑ
دوشِ نبی کی رحل کا قرآن ہیں علیؑ　　مومن خدائے پاک ہے، ایمان ہیں علیؑ

اعزاز و رتبۂ اسدِ حق کو دیکھیے
مصدر پہ غور کیجیے۔ مشتق کو دیکھیے

اوروں کو یہ وقار میسّر نہ ہو گئے　　بندے سرِ رسولؐ کے ہمسر نہ ہو گئے
دنیا کے لوگ ساقیِ کوثر نہ ہو گئے　　دم تھا اگر تو فاتحِ خیبر نہ ہو گئے

امّت میں آپ سے کوئی اولیٰ نہ ہو سکا
کتنے ولی بنے۔ کوئی مولا نہ ہو سکا

مولا علیؑ کا نام ہے۔ والی علیؑ کا نام　　ہر دوست کی حسام ہلالی علیؑ کا نام
نامِ خدا ہے اسمِ جلالی علیؑ کا نام　　لاشوں سے رن کو پاٹ دے خالی علیؑ کا نام

ہمت بڑھی جو دل سے علیؑ کو ولی کہا
انسان شیر ہو گیا جب یا علیؑ کہا

تم کیا ہو ۔ مانتے ہیں علیؑ کو بڑے بڑے　　ایسے ہزار معرکے جھیلے کڑے کڑے
کی سیرِ عرش ۔ فرشِ نبیؐ پر پڑے پڑے　　پھینکا اکھاڑ کر درِ خیبر کھڑے کھڑے
قائم تھے آپ مرضیِ ربِ جلیل پر
سر عرش پر تھا ۔ پاؤں پرِ جبرئیل پر

کیا یاد اب نہیں وہ علیؑ کی لڑائیاں　　لاکھوں کی دست گیر نے توڑیں کلائیاں
دستِ خدا کی پھر وہی دکھلائیں گھائیاں　　جھانکو گے قبر وہ تمھیں دینگے جھکائیاں
دادا کی طرح ماہرِ طرزِ جہاد ہیں
چوٹیں منجی ہوئی شہِ مرداں کی یاد ہیں

گنتی ہو گر دبرد ۔ جو ہم انتقام لیں　　بھاگے سپاہ ۔ تیغِ نظر سے وہ کام لیں
نعرہ کریں تو شیر کلیجے کو تھام لیں　　پھر شام تک نہ شوم ٹھہرنے کا نام لیں
غصے میں بھر کے ۔ ہاتھ جو ڈالیں حسام پر
دن بھی نہ ڈھلنے پائے کہ قبضہ ہو شام پر

دعویٰ ہو کچھ تو کھینچ لو تیغیں ہنر دکھاؤ　　دامن سمیٹو ۔ آؤ ۔ بڑھو ۔ آستیں چڑھاؤ
گھوڑے بڑھاؤ ۔ جم کے لڑو ۔ پڑیاں جماؤ　　آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جھپٹو ۔ نظر ملاؤ
پہچانتے ہیں ہم تمھیں جیسے دلیر ہو
رن میں قدم جمے تو یہ جانیں کہ شیر ہو

سن کر جو اس رجز کو بڑھی فوجِ بدخصال　　جھوما دغا کے جوش میں تن کر حسنؑ کا لال
قبضے نے انگلیوں کو جو چوما دمِ جلال　　کاٹھی سے تیغ نکلی کہ قرآں سے نیک فال
دیکھا جو رن کو تکتے حسام اصیل نے
دم کی پروں پہ نادِ علیؑ جبرئیل نے

بڑھ بڑھ کے ہر طرف سے عدو نے کیے جو وار　　ضیغمِ علیؑ کی شان سے جھپٹا پئے شکار
چمکی جو فوجِ شام میں شمشیرِ آبدار　　غل تھا کہ ہے یہ آئنہ برادرِ ذوالفقار
دیکھیں وہ آ کے دورِ حسنؑ جن کو یاد ہے
یہ دوسرے امام کا پہلا جہاد ہے

وہ گونجنا ہزبر کا دشت قتال میں   وہ ڈر سے ابتری سپہ بدخصال میں
وہ مشورے گریز کے فوجِ ضلال میں   وہ تیغ تیز میان سے باہر جلال میں
بجلی سی کوند کر جو یہاں اور وہاں گری
دل چرخ پر چڑھا تھا کہ دیکھوں کہاں گری

خُلقِ حسنؑ سے تھا اسے حاصل جو امتیاز   ملتی تھی دشمنوں سے بھی جھک کر بصد نیاز
پیہم پئے رکوع جو خم تھی وہ پاک باز   جس صف میں آئی گر گئے سجدے میں بے نماز
منہ دھو رہی تھی خونِ گروہ خلاف سے
اس کو وضو مباح تھا آبِ مصاف سے

سر پر گری تو دم میں جبیں سے نکل گئی   پہلو میں آکے قلبِ حزیں سے نکل گئی
کاٹا کمر کو دامنِ زیں سے نکل گئی   زیں سے چلی تو مل کے زمیں سے نکل گئی
آگے بڑھی تو وقت کے ماتھے پہ بل پڑا
بے نفخ صور قافلۂ حشر چل پڑا

دشمن کا خود کاٹ کے سر سے نکل گئی   خوں پی کے حلقِ بانیِ شر سے نکل گئی
زخمی کی آہ بن کے جگر سے نکل گئی   دل میں نہ جی لگا تو کمر سے نکل گئی
پھرا جو رخ تو اور بھی تلوار پھر گئی
عاشق سے جس طرح نگہِ یار پھر گئی

وہ گل بدن جو ناز سے آئی سپاہ میں   زخموں کے پھول کھلنے لگے رزم گاہ میں
تھی ناریوں کی بھیڑ جہنم کی راہ میں   لاکھوں کو اس نے لوٹ لیا اک نگاہ میں
بسمل کا جان و مال لیا، دین لے گئی
باہیں گلے میں ڈال کے دل چھین لے گئی

غش کھا کے رہ گیا جسے جلوہ دکھا گئی   دل میں عدو کے خوف کی صورت سما گئی
تن کر جدھر سپاہ میں وہ کج ادا گئی   مثلِ نگاہ لڑتی ہوئی دل رُبا گئی
ہو کر لہو میں غرق جو با آبرو چلی
غل تھا وہ پان کھا کے پری سرخرو چلی

حیرت سے اس کا حُسن۔ حسیں دیکھنے لگے　　وہ ضو کہ جس کو مہرِ مبیں دیکھنے لگے
کڑکی تو اہلِ چرخ۔ زمیں دیکھنے لگے　　پَر بازوؤں کو روحِ امیں دیکھنے لگے
غل تھا ڈرو۔ نمونۂ قہرِ خدا یہ ہے
سِدرہ تک اس کا شور گیا منتہا یہ ہے

گل کھِل گئے جدھر کو وہ رنگیں ادا گئی　　وہ مرمٹا جسے وہ گلے سے لگا گئی
دریا دلی بھی وقتِ روانی دکھا گئی　　زخمی کیا جسے اُسے پانی پلا گئی
کیونکر سخی نہ ہو۔ بنی ہاشم کی تیغ ہے
تقسیم آب کرتی ہے۔ قاسمؑ کی تیغ ہے

ڈوبی ہوئی ہے آب میں یہ شعلہ بار تیغ　　اعدا کے زخم سینکتی ہے آبدار تیغ
تیرِ نظر بنی ہے دمِ کارزار تیغ　　گھونگٹ میں ہے دُلھن کہ جواہر نگار تیغ
اُڑ کر ہر اک پہ جاتی ہے۔ پَر تولتی نہیں
اک ہاتھ کی زباں ہے۔ مگر بولتی نہیں

وہ تیغ کی تراش وہ توسن کی ترک تاز　　جس کی روش جہاد میں مقبول کارساز
وہ سینۂ فراخ تو وہ گردنِ دراز　　وہ پیش وپس وہ سُم وہ کنوتی وہ زین وساز
اعضا کے حُسن پر کبھی زیور پہ ناز ہے
اس سازِ خوشنما پہ اجل سے بھی ساز ہے

گلشن میں یہ بہار ہے۔ ویرانے میں خزاں　　اُڑنے میں رنگ۔ رنگ بدلنے میں آسماں
گھِرنے میں اَبر۔ پھِرنے میں معشوق کی زباں　　آنے میں ہر خیال۔ تو جانے میں ہے گماں
یوں بے تکان چلتا ہے خنجر کی آب پر
جیسے امامِ شرعِ رسالتؐ مآب پر

بدلے کنوتیاں تو اسد ڈر کے ہوں غزال　　چوٹی کا مرثیہ ہو جو لکھوں ثنائے یال
یہ کیوں کہوں کہ بدر ہے سُم۔ نعل ہر ہلال　　یہ کیوں نہ میں کہوں کہ یہ ہے جاں نثارِ آل
کھائے تھے تیر اس نے بھی خالق کی راہ میں
شامل ہے اس کا خون بھی ہر سجدہ گاہ میں

آندھی کی گود میں ہے یہ توسن پلا ہوا   بجلی کی رَو میں نعل کا لوہا گلا ہوا
سانچے میں سُم کے فتنۂ محشر ڈھلا ہوا   جھپٹا یہ جس طرف کو نزولِ بلا ہوا
جس سمت تیغ لے گئی عشاق چل دیے
اِس نے کیا حلال ۔ دل اُس نے مسل دیے

دونوں نے دشمنوں کو سزا دی جدا جدا   ہلچل میں آشنا سے ہوا آشنا جدا
تن سے جو سر جدا تھا تو سر سے گلا جدا   بیٹوں سے باپ ۔ باپ سے تھے دلربا جدا
آغوش کے پلوں سے ہزاروں جدا ہوئے
ارزق کے چار لال تھے ۔ چاروں جُدا ہوئے

بیٹوں کی موت سے تھا شقی کا عجیب حال   غصے سے کانپتا تھا جسد بید کی مثال
دیوانہ بن گیا تھا جو غم سے وہ بد خصال   بکھرے ہوئے تھے بال سر و دوش پر وبال
غصّے میں آنکھ بادۂ گلگوں کا جام تھی
زلفِ دراز سر پہ مصیبت کی شام تھی

تھا ولولہ بھی جنگ کا خوف و ہراس بھی   فتح و ظفر سے یاس بھی ۔ عزت کا پاس بھی
ٹوٹی تھی دل کے ساتھ میں ہمت بھی آس بھی   چہرے کا رنگ بن کے اڑے تھے حواس بھی
بیٹوں کی آنچ سوئے سقر دم میں لے چلی
دل کی لگی شقی کو جہنم میں لے چلی

آندھی کا جیسے بڑھتا ہے جھونکا وہ یوں بڑھا   دیوانہ بن کے صورتِ جوشِ جنوں بڑھا
جرأت کے ناز میں جو بہ صبر و سکوں بڑھا   فربہ شکار دیکھ کے ضیغم کا خوں بڑھا
چلائی موت اب یہ شقی زیر ہو گیا
شیرِ خدا کے شیر کا دل ۔ شیر ہو گیا

ہوش و حواس میں جو نہ تھا دشمنِ رسولؐ   چلا کے فرطِ غیظ سے کہنے لگا جہول
اے طفل تیرے ہاتھ سے بے دم ہے دل ملول   چیدہ تھے باغِ دہر میں میرے چمن کے پھول
نورِ نگاہ چھٹ گئے ۔ گھر بے چراغ ہے
زخمی یہ دل نہیں مرے پھولوں کا داغ ہے

ہے جوش میں وفورِ غضب سے مرا لہو — رہ رہ کے یاد آتے ہیں پیہم وہ جنگ جو
اب انتقام چاروں کا لے گا یہ شعلہ خو — عباسؑ ہیں۔ حسینؑ نہیں۔ اکبرؑ ہیں اور تو
سننا یہ تھا کہ شیر کی چتون میں بل پڑے
آنکھوں سے غیظ و قہر کے چشمے ابل پڑے

فرمایا بس خموش طریقِ بیاں سنبھال — یہ کن کے نام لیتا ہے ظالم۔ زباں سنبھال
اکبرؑ سے کیا لڑے گا۔ اِدھر آ۔ سناں سنبھال — پہلے ہماری ضرب کا بارِ گراں سنبھال
شہ کا تو ذکر کیا۔ وہ رسولِ قدیر ہیں
چھوٹے چچا بھی آج جنابِ امیر ہیں

تو جانِ مجتبیٰؑ سے لڑے کیا تری مجال — ہمشکلِ مصطفےٰ سے لڑے کیا تری مجال
عباسؑ باوفا سے لڑے کیا تری مجال — سلطانِ کربلا سے لڑے کیا تری مجال
کافی ہوں تیرے واسطے۔ گو خورد سال ہوں
میں بھی کنندۂ درِ خیبر کا لال ہوں

اب تک رہا حجاب میں روپوش فتنہ گر — جب کھائے چار داغ تو سینہ کیا سپر
تو کیا لڑے گا ہم سے بھلا۔ او زبوں سیر — تیرے پسر دکھا گئے ہم کو۔ ترے ہنر
بد ذات۔ گھر لُٹا کے بھی تو بے حیا رہا
بیٹوں کو رن میں بھیج دیا۔ خود چھپا رہا

آیا ہے اب خیال کہ فرزند کیا ہوئے — خود تیری بزدلی سے وہ بودے فنا ہوئے
ایک ایک ہاتھ کھاتے ہی چاروں دوتا ہوئے — آتش کے پھول تھے سوئے دوزخ ہوا ہوئے
کفر و نفاق و مکر کے شہرے جو سن لیے
چیدہ سمجھ کے مالکِ دوزخ نے چن لیے

رونے کی بات کیا ہے جو بیٹے گزر گئے — اچھا ہوا کہ تیری بلا لے کے مر گئے
دوزخ کی سیر کو ترے نورِ نظر گئے — کیا چار چشم تھے کہ تجھے کور کر گئے
ہو آرزو تو داغِ جگر کی دوا ملے
تو بھی سقر میں اپنے دلاروں سے جا ملے

اس طعن پر لعین کرہ نار بن گیا
نیزہ ہلا کے گنبدِ دوّار بن گیا
بھالا جو وقتِ جنگ سیہ مار بن گیا
شبّر کا لال حیدرِ کرار بن گیا
موذی بھی کانپنے لگا۔ بھیڑ کا سمند بھی
نیزہ بھی طعن کرنے لگا بھائی بند بھی

چاروں طرف کو دیکھ کے حسرت سے بار بار
بل کھا کے بزدلے نے کیا پھر سناں کا وار
لپکا اُدھر سے اس کا جو نیزہ مثالِ مار
طاؤس بن کے پاں سے اڑی تیغِ زرنگار
غل تھا دیکھو پھل شریر کے بھالے کو لے اُڑا
وہ مور کھیلتے ہوئے کالے کو لے اُڑا

جھنجھلا کے تیغ کھینچ لی ظالم نے برق دم
فوجیں بڑھیں۔ دل اس کا بڑھانے کو دمبدم
یہ دیکھ کر پکارے علمدارِ ذی حشم
ہاں میری جان جم کے لڑو۔ دیکھتے ہیں ہم
وہ وار ہوں جو خاص خدا کے ولی کے ہیں
دشمن بھی مان جائے کہ پوتے علیؑ کے ہیں

پہنچی خیام میں جو یہ عباس کی صدا
ڈیوڑھی سے دیکھنے لگی سب آلِ مصطفےٰ
قاسم کی ماں نے کھول کے سر کو یہ کی دعا
ظالم پہ فتح یاب ہو یارب۔ یہ مہ لقا
سرسبز ہو کمائی مری۔ تیرہ سال کی
رہ جائے آبرو زنِ بیوہ کے لال کی

مصروف تھی دعا میں یہاں زوجۂ حسنؑ
واں پھلنے پھولنے لگا شبّر کا گلبدن
ہر بار وقتِ ردّ و بدل بولتا تھا رن
ہے افتخارِ حیدرِ صفدر یہ صف شکن
چھایا ہوا تھا رعب جری نابکار پر
عباس داد دیتے تھے ایک ایک وار پر

وہ طفلِ گلعذار سے اہلِ دغل کی جنگ
اک نازنیں سے شہرۂ آفاق یل کی جنگ
بدر و اُحد کی جنگ کہوں یا جمل کی جنگ
وہ خاتمے کے وار وہ پہلے پہل کی جنگ
لڑکے سے لڑ کے نام وہ اپنا ڈبو گیا
شبّر کا لال کھیت میں سرسبز ہو گیا

غصّے میں تھا جو ازرقِ شامی بھرا ہوا — بڑھتا تھا وار کرنے کو۔ لیکن ڈرا ہوا
سینہ کٹا تو داغ جگر کا ہرا ہوا — خود سر کا سر۔ خیال کی ماتم سرا ہوا
جتنے شقی کے وار تھے سب بے اصول تھے
خالی تھے۔ اوچھے اوچھے تھے رد تھے فضول تھے

وہ اس شقی کی زد۔ کہ جو بھرپور پُر کمال — وہ اس جری کی رد کہ جو بے مثل و بے مثال
اس کی وہ تیغ۔ کاٹ کے رکھ دے جو دم میں ڈھال — ان کی وہ ڈھال حافظِ قرآں دمِ جدال
اوچھڑ لگا کے جلد اُدھر سے اِدھر پھری
جس طرح فوج شام سے حُر کی نظر پھری

غازی کی تیغ مثلِ مہ نو چمک گئی — مکّار کی حسام جھجک کر سرک گئی
وہ جھک کے آئی خاک پہ۔ یہ چرخ تک گئی — پھولی شقی کی سانس۔ کلائی بھی تھک گئی
دل نے کہا یہ چوٹ سنبھلنا محال ہے
باغی ہوا ہو۔ کھیت میں پھلنا محال ہے

ہاں دوستو یہ جنگ و جدل یادگار ہے — باغی کے خوں سے رن کی زمیں لالہ زار ہے
زخموں کے گل کھلے ہیں یہ تازہ بہار ہے — آنکھیں چرا رہا ہے کہ قصد فرار ہے
لو وہ پھنکیت تیغ و سپر پھینک کر چلا
نعرہ کیا جری نے کہ ازرق کدھر چلا

آیا تھا بہر جنگ بڑی دھوم دھام سے — دعویٰ یہ تھا لڑوں گا امام انام سے
بھاگا دبک کے شاہ کے ادنیٰ غلام سے — اب کیا کہے گا جا کے شقی فوجِ شام سے
تھم جا ہمیں شکست تو دے لے ابھی نہ جا
بیٹوں کا انتقام تو لے لے ابھی نہ جا

یہ سن کے اور تیز چلا وہ ڈرا ہوا — مڑ مڑ کے سوئے جانِ حسن دیکھتا ہوا
غازی نے باگ اٹھائی تو گھوڑا ہوا ہوا — مارا وہ بڑھ کے ہاتھ کہ موذی فنا ہوا
زینی کو جسم۔ گھوڑے کے قدموں کو سر دیا
قاسمؑ نے ایک ضرب میں تقسیم کر دیا

تکبیر ہاتھ اٹھا کے کہی جو بہ کرّ و فر — اے مرحبا۔ پکارے علمدارِ نامور
اکبر نے بی بیوں کو دیا مژدۂ ظفر — ماں سُن کے بولی شکرِ خداوندِ بحر و بر
کُنبے میں بات رہ گئی وہ کام ہو گیا
بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہو گیا

آنسو خوشی کے آنکھوں سے سب کی ہوئے رواں — زینبؑ پکاریں فتح مبارک ہو بھابی جاں
جیتا تمہارے لال نے رن۔ وقتِ امتحاں — مشہور تھا سپاہ گری میں یہ پہلواں
مارا بڑے عدوئے شہِ کربلائی کو
بھیّا حسن بھی دیکھتے کاش اِس لڑائی کو

باتیں یہ ہو رہی تھیں حرم میں کہ ایک بار — قاسم پہ مل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زبوں شعار — چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار
حربے لیے تھے قرب میں جو بد شعور تھے
پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دور تھے

نرغہ وہ شامیوں کا وہ اک غیرتِ قمر — بھالے وہ آس پاس وہ تیغیں قریب سر
نیزے چبھوئے دل میں لعینوں نے اس قدر — شبّر کے نونہال کا ٹکڑے ہوا جگر
تیروں سے سب چھنا ہوا تن گلبدن کا تھا
قاسمؑ کا جسم تھا کہ جنازہ حسنؑ کا تھا

زہراؑ کی تھی فغاں کہ نہ بچے کو اب ستاؤ — مسموم کا جگر ہے نہ تیغیں اسے لگاؤ
میرے حسن کی ہے یہ کمائی کوئی بچاؤ — بیٹی ہوں میں تمہارے پیمبر کی رحم کھاؤ
دیدو مجھے یہ لال کہ غم کی ستائی ہوں
میں تم سے بھیک مانگنے جنّت سے آئی ہوں

زہراؑ تو کر رہی تھیں یہ نوحہ بحالِ زار — ناگاہ ظلم کی ہوئی برچھی جگر کے پار
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا طفلِ گلعذار — عباس کو تڑپ کے پکارا جگر فگار
وقت آگیا کہ اوجِ شہادت حصول ہو
اب آخری سلام ہمارا قبول ہو

لو عمو جان فاطمہؑ کے گھر سے ہو شیار
مرتے ہیں ہم رسول کے دلبر سے ہو شیار
ہمشکلِ مصطفیٰؐ ۔ مری مادر سے ہو شیار
سبطِ نبیؐ ۔ بتولؑ کی دختر سے ہو شیار
غم میں مرے تڑپ کے نہ باہر نکل پڑیں
خیمے سے ماں پھوپی نہ کھلے سر نکل پڑیں

یہ کہتے کہتے خاک پہ وہ مہ لقا گرا
جلتی زمین پر پسرِ مجتبیٰؑ گرا
رن میں یتیم گوہرِ عرشِ علا گرا
غل پڑ گیا نبیرۂ خیر النسا گرا
پوتا ہے جاں بلب اسدِ کردگار کا
بجھتا ہے اب چراغِ حسنؑ کے مزار کا

جلتی زمین پر جو ہوا غش وہ مہ لقا
فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا
ماں نے صدا سُنی تو یہ دل تھام کر کہا
میری کمائی نیگ لگی شکرِ کبریا
بچّے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی
لو بی بیو برات چڑھی میرے لال کی

سُن کے یہ بین رونے لگے شاہ بحر و بر
رن کو چلے پٹک کے عمامہ برہنہ سر
ہمراہ تھا پسر بھی ۔ برادر بھی ۔ نوحہ گر
نالے یہ تھے کہ ہائے مرے غیرتِ قمر
عمو نثار ۔ جانِ برادر کدھر گئے
تم بھی حسنؑ کا داغ ہرا ۔ آج کر گئے

پہنچے جو لاشِ ابنِ حسنؑ پر بحالِ زار
دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بدشعار
غصے سے کانپنے لگے عباس نامدار
للکار کر بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
ہلچل میں اس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہُدا
دیکھے تمام عضو بریدہ جُدا جُدا
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وا محمدا
امّت کا یہ سلوک تو دیکھو پئے خُدا
ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدمے گزر گئے
لو نانا جان قاسمؑ ناشاد مر گئے

اپنی عبا یہ کہہ کے بچھائی زمین پر　　سب چن لیے پڑے تھے جو اعضا اِدھر اُدھر
کاندھے پہ لاش لے چلے عباسؑ نامور　　روتے ہوئے حسینؑ بھی پہنچے قریب در
آواز دی کہ بیاہ کی حسرت نکال لو
لو بھابی جان اپنی امانت سنبھال لو

یہ کہہ کے گھر میں لاش جو لائے شہ ھُدا　　بیٹے کی جو مراد تھی ماں نے وہی کیا
لاشے کے پاس شکر کا سجدہ کیا ادا　　واللہ صبرِ فاطمہؑ زہرا دکھا دیا
اتنا کہا کہ شاد کیا خوب باپ کو
قاسمؑ بنے یہ بیاہ مبارک ہو آپ کو

تم سے جو قول ہار چکی ہے یہ دل حزیں　　ماں اب تلک خموش ہے اے میرے مہ جبیں
شبیرؑ آپ روتے ہیں۔ میری خطا نہیں　　تم جلد بول اٹھو کہ نہ روئیں امامِ دیں
گرتے ہیں خاک پر شہِ صفدر سنبھال لو
ماں صدقے۔ عمّو جان کو اٹھ کر سنبھال لو

رونے سے شہ کے روتی ہے سب مصطفیٰؐ کی آل　　بنتِ علیؑ نے لاش پہ کھولے ہیں سر کے بال
روحِ حسنؑ بھی روتی ہے اے میرے نونہال　　اب کس طرح سے دل کو سنبھالے یہ خستہ حال
رونا بھی شاق۔ ضبط بھی مجھ سے محال ہے
امّاں کو تیرے سر کی قسم کا خیال ہے

سن کر یہ بین غیر بھی روتے تھے زار زار　　ماں تھی مگر۔ بپاسِ وصیت نہ اشک بار
زہراؑ کی لاڈلی نے صدا دی کہ میں نثار　　لو۔ بھابی تم بھی رو لو کہ دل کو ملے قرار
یہ لال ناصرِ پسرِ بوتراب ہے
ایسے شہید کے لیے رونا ثواب ہے

کھانے لگی یہ سن کے پچھاڑیں وہ نیک نام　　سر رکھ کے منہ پہ بیٹے کے رو کر کیا کلام
پیارے تری وفا کے ثنا خواں ہیں خاص و عام　　زینبؑ بھی مدح کرتی ہیں۔ اٹھو کرو سلام
ہے فخر و ناز تم پہ علیؑ کے گھرانے کو
دکھلا دی میرے شبیرؑ کی طاقت زمانے کو

سیدانیوں کی گود کے پالے جواب دے ‏ ‏ ماں لاش کو گلے سے لگا لے جواب دے
اپنے چچا کے چاہنے والے جواب دے ‏ ‏ بیوہ کے گھر کو کون سنبھالے جواب دے

تیرہ برس کی تھی جو کمائی وہ کھو گئی
ہے ہے میں پال پوس کے بے آس ہو گئی